حفظِ قرآن بچوں کا بنیادی حق

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت

تحریر: ابواُمامہ نوید احمد بشار۔۔۔مدرس جامعہ علوم اثریہ جہلم

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے۔اُس کی کمال صفات میں سے ہے، اس کا حفظ، فہم اور عمل آسان کردیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ حفظ قرآن کا بے حد شوق رکھتے تھے، سیدنا جبرائیل علیہ السلام پڑھتے تو آپ ﷺ بھی پڑھتے، یہ پڑھنا آپ ﷺ پر مشکل ہوتا تو حکم ہوا آپ جلدی مت کیجئے، جب فرشتہ آپ پر قرآن کریم کی تلاوت کرے تو آپ خاموش رہیں۔ ہم خود آپ کے سینہ اطہر میں اسے محفوظ کردیں گے۔ پھر آپ بغیر بھولے اسے لوگوں پر پڑھا کریں گے۔ البتہ ''رب زدنی علما'' کی دعا ضرور کیا کریں۔ یوں حفظ قرآن آسان ہوجائے گا۔اس کا حفظ وضبط اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے، جو سب سے پہلے سیدنا محمد ﷺ پر ہوا۔

جب عربی اور عجمی کے لئے قرآن مجید کا یاد کرنا، اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہے تو اس کوشش میں ہر وقت سرگرداں رہنا چاہئے۔ ادنیٰ تغیر اور اقل تحریف کے بغیر قرآن کریم کا حفظ اور سنت کا ضبط ایسا بے مثال عمل ہے، جس نے امت محمدیہ کی فضیلت کو چار چاند لگادیئے ہیں۔ انسان خالی الذہن پیدا ہوا، اس کے دل میں انتہائی مختصر مدت میں اتنی عظیم کتاب کا محفوظ ہوجانا اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ اور قرآن حکیم کا اعجاز ہے۔ جس نے قرآن مجید کو حفظ کیا، اس میں فہم حاصل کیا، اس نے دستور حیات یاد کرلیا۔ قرآں مجید کا حفظ اہل جنت کا عمل، قرب الٰہی کا ذریعہ اور سعادۃ الدارین ہے۔ صحابہ کرام، ائمہ عظام اور اہل علم قرآن کریم کے حفظ، فہم ومعانی اور فقہ واحکام پر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کو دنیا وآخرت کی بھلائی تصور کرتے تھے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذْكِرَةٌ ، فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ﴾

''سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے، اب جو چاہے اسے یاد کرلے۔'' (سورۃ المدثر:55،54)

احادیث مبارکہ میں حفظ قرآن اور حافظ قرآن کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں، جن میں چند ایک ذیل میں رقم کیے جارہے ہیں:

1 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا'

''حافظ قرآن (جو حفظ کر کے اس کے مطابق عمل کرتا ہے) سے کہا جائے گا، پڑھتا جا اور (درجات پر) چڑھتا جا، اسی طرح ترتیل سے پڑھ جس طرح تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا، جہاں تو آخری آیت کی تلاوت کرے گا وہی تیری منزل ہوگی۔'' (سنن ابی داؤد: 1464، سنن الترمذی: 2914، اسناده حسن)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح امام ابن حبان رحمہ اللہ (766) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک: 553/1) نے صحیح کہا ہے۔

2 سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ' مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمَهُ وَعَمِلَ بِهِ أُلْبِسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَاجًا مِنْ نُورٍ ضَوْءُهُ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ، وَيُكْسَى وَالِدَيْهِ حُلَّتَانِ لَا يَقُومُ بِهِمَا الدُّنْيَا فَيَقُولَانِ :بِمَا كُسِينَا؟ فَيُقَالُ :بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ'' جس نے قرآن کو پڑھا، اس کی تعلیم حاصل کی، پھر اس پر عمل کیا۔ اس کو روز قیامت ایک تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہو گی۔ اس کے والدین کو دو قیمتی حلے پہنائے جائیں گے، جس کے سامنے دنیا و مافیہا کی ساری دولتیں ہیچ ہوں گی۔ قاری کے والدین عرض کریں گے: یہ لباس ہمیں کس عمل کی وجہ سے پہنایا گیا ہے؟، انہیں بتایا جائے گا: تمہارے بیٹے کے قرآن سیکھنے کی وجہ سے۔'' (المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 567/1، 568؛ وسنده حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ اس کا راوی بشیر بن مہاجر غنوی جمہور محدثین کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

3 ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ فَلَهُ أَجْرَانِ

''اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، وہ اس کا ماہر (حافظ) بھی ہے، مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے، اور جو شخص قرآن مجید اٹک اٹک کر پڑھتا ہے، اور وہ اس سے مشقت برداشت کرتا ہے، اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔'' (صحیح البخاری: 4937، صحیح مسلم: 798)

جسے قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہو اس کے لئے دو اجر ہیں، ایک اجر تلاوت پر ملتا ہے۔ دوسرا اجر مشقت

اٹھانے کے سبب اس کے نامہ اعمال کا حصہ بنتا ہے۔البتہ جو ماہر قاری ہو اس کے لئے تو اجر کثیر ہے۔

4 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَيُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ

''رشک تو بس دو آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا ہو وہ اس کے ساتھ رات اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا، وہ اس کو حق کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔''

(صحیح البخاری:5026)

یہاں حسد مجازاً ''غبطہ'' (رشک) کے معنیٰ میں مستعمل ہے، ویسے تو حسد شرعاً حرام اور مذموم و ممنوع ہے۔ سب سے پہلے حسد ابلیس نے کیا تھا، کسی پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت دیکھ کر دل کا جل جانا اور اس سے زوال نعمت کی خواہش کرنا مذموم حسد کہلاتا ہے۔ رہا ''غبطہ'' تو اس کا مطلب یہ ہے، کسی پر اللہ تعالیٰ کی نعمت دیکھ کر رشک آ جانا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسا ہی نواز دے۔ اس میں زوال نعمت کی خواہش نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا قابل رشک عمل ہے۔ اسی طرح حفظ قرآن کی دولت بھی بے مثال ہے۔

اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ پانچ سال کے بچے سے لے کر ساٹھ سال کے بزرگ نے اس کتاب مبین کو حفظ کیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہم اس سعادت سے محروم ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کو قرآن کریم حفظ نہیں کرواتے۔ ہماری رائے کے مطابق ہر مسلمان بچے اور بچی کا بنیادی حق ہے کہ اسے قرآن کریم حفظ کروایا جائے، قرآن مجید کی برکت سے اس کا دل و دماغ کھل جائے گا۔ اس میں چھپی ہوئی صلاحیتیں ابھریں گی۔ وہ تعلیم کے ہر میدان میں کامیابی اور کامرانی کی بلندیوں کو چھوئے گا۔ دنیا کی ترقی کا راز اس کے ہاتھ لگ جائے گا۔ والدین لاعلمی یا غفلت کی بنیاد پر بچوں کی توانائیاں دیگر کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں، یوں ان کے قیمتی ماہ و سال کا بھاری نقصان ہو جاتا ہے۔ لوگ ذہین، صحت مند اور خوبصورت بچوں کو دنیا کے پیچھے لگا دیتے ہیں، جبکہ کند ذہن، غبی اور کسی بھی حوالے سے معذور بچوں کو دینی مدارس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بلا امتیاز ہر بچہ قرآن مجید کا حافظ ہو۔ بے شک وہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیمی مراحل طے کرے، وہ بیک وقت پروفیسر بھی ہو اور حافظ بھی، ڈاکٹر بھی ہو، حافظ بھی، انجینئر بھی ہو، حافظ بھی، تاجر بھی ہو، حافظ بھی، وہ اسلامی معاشرے کا مفید فرد بھی ہو اور کتاب اللہ کا حافظ اور قاری بھی ہو۔

الغرض کسی بھی شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ ہو، مگر کلام الٰہی اس کے سینے میں محفوظ ہو، یوں اس کا سینہ ہر وقت نور سے روشن اور خوشبو سے معطر رہے گا۔ قرآن حکیم کی برکتیں اس کی صلاحیتوں کو نکھار کر اُس کو ہر میدان میں کامیاب اور کامران کریں گی۔

ایسا کیسے ممکن ہو؟ کہ جب تعلیم قرآن مجید کو مکتب تک محدود کر دیا گیا ہو۔ دنیاوی تعلیم کے لئے جگہ جگہ اعلیٰ ادارے قائم ہوں۔ جبکہ تعلیم قرآن کا اہتمام مساجد میں بھی نہ ہو۔

المیہ یہ ہے کہ مدارس کی تعداد اس قدر کم ہے کہ ہر بچے کے لئے بآسانی وہاں تعلیم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دینی ادارے ان سہولتوں سے محروم ہیں، جو کہ ہر انسان کا بنیادی حق ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ مذہبی اداروں میں مربی اساتذہ کا فقدان ہے۔ اسی طرح اسلامی معاشروں کے اکثر بچے قرآن مجید کے حفظ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت عقل سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے جو ان کا حق ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی کیا خوب فرمایا: 'مَنْ حَفِظَ الْقُرْآنَ عَظُمَتْ قِيمَتُهُ'

''جس نے قرآن حفظ کیا اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر: 2233؛ وسندہ صحیح)

قرآن مجید دستور حیات ہے۔ جو انسان کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں کو مفصل بیان کرتا ہے۔ لہٰذا کلام الٰہی کے معانی و مطالب اور مفاہیم کی تعلیم ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس میں تدبر و تفکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ عمل کے لئے اتاری گئی کتاب ہے۔ جو بھی اس میں غور کرتا ہے، اس کے لئے خیر کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ قرآن فہمی فلاح دارین کی ضمانت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بجا فرمایا ہے: 'العِلْمُ قَبْلَ القَوْلِ وَالعَمَلِ' ''قول و عمل سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔''

یہی غلبہ اور قیام دین کی بہترین کوشش بھی ہے۔ جو قومیں عمل کی بنیاد علم پر نہیں رکھتیں وہ کبھی کامیابی کی سیڑھی پر قدم نہیں رکھ سکتیں۔ علم نافع اور عمل صالح کا آپس میں چولی دامن کا تعلق ہے۔ ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ قرآن مجید کو سمجھے اور اس میں غور و خوض کرے۔ علمائے حق سے استفادہ کرے۔ یا فہم سلف وصالحین کے منہج پر لکھی گئی تفاسیر کو اپنے مطالعہ میں لائے۔ اس حوالے سے ''تفسیر ابن کثیر'' بے مثال تفسیر ہے۔ اسی طرح علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی تفسیر ''فتح القدیر'' اور عالم عرب کے عظیم عالم عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ کی ''تفسیر السعدی'' کا مطالعہ بھی ان شاء اللہ نفع مند ثابت ہوگا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خود اور ہمارے بچوں کو قرآن کریم کے حفظ، فہم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے اور پائنتی (پاؤں کی جانب) سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی قراءت ثابت نہیں ہے، اس حوالے سے جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، ان کا علمی جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر 1

عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج نے اپنے باپ سے بیان کیا، مجھ سے میرے والد لجلاج ابو خالد نے کہا: اے بیٹا! جب میں مر جاؤں تو میرے سر کے پاس سورت بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی:220/19؛ ح:491، مجمع الزوائد للهیثمی:44/3)

تبصرہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اس کا راوی عبدالرحمٰن بن العلاء مجہول الحال ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو مقبول (مجہول الحال) کہا ہے۔ (تقریب التهذیب:3975)

لہٰذا حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کا رجالہ موثقون (اس کے راوی ثقہ ہیں) (مجمع الزوائد:44/3) کہنا صحیح نہیں۔

دلیل نمبر 2

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ'

''میت کے سرہانے سورت فاتحہ اور اس کی قبر میں پاؤں کے پاس سورت بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی 240/12؛ ح:13613؛ شعب الایمان للبیهقی:8854)

تبصرہ:

اس کی سند سخت ترین ضعیف ہے۔

1. اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ البابلتی راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التهذیب:7582؛ لسان المیزان:490/1) اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (44/3) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

❷ اس کا دوسرا راوی ایوب بن نہیک ہے۔ اس کو امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے منکر الحدیث اور امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 259/1)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: 184/3) کا اس روایت کی سند کو حسن قرار دینا بالکل صحیح نہیں۔

یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے السنن الکبریٰ للبیہقی (56/4) میں موقوفاً بھی آتی ہے۔

اس کی سند بھی عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دلیل نمبر ❸

امام عامر شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا مَاتَ لَهُمْ مَيِّتٌ اخْتَلَفُوا إِلَى قَبْرِهِ يَقْرَءُونَ عِنْدَهُ الْقُرْآنَ ''انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کے اردگرد قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔'' (الامر بالمعروف والنهی عن المنكر للخلال: 123، مصنف ابن ابی شيبة: 236/3)

تبصرہ: اس کی سند سخت ترین ضعیف ہے۔

❶ اس کی سند میں مجالد بن سعید جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، آخری عمر میں اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا، نیز یہ تلقین قبول کرتا تھا۔ امام مسلم نے اس سے متابعت میں روایت لی ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: 480/9) فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ نیز لکھتے ہیں: ليس بالقوى، وقد تغير فى آخر عمره ''یہ قوی نہیں تھا، آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔'' (تقريب التهذيب: 6478)

❷ اس کی سند میں حفص بن غیاث مدلس بھی ہے۔ اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

تنبیہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ أَحْمَدَ، سُئِلَ عَنِ الْقِرَاءَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ: لَا ''میں نے سنا، آپ رحمہ اللہ سے قبر کے پاس قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: (جائز) نہیں۔'' (مسائل ابی دائود ص: 158)

بعض الناس امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس مسئلہ کا رجوع ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں، امام ابوبکر الخلال رحمہ اللہ کہتے ہیں: وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ الْوَارِقُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الْحَدَّادُ، وَكَانَ صَدُوقًا، وَكَانَ ابْنُ حَمَّادٍ الْمُقْرِءُ يُرْشِدُ إِلَيْهِ، فَأَخْبَرَنِي قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ قُدَامَةَ الْجَوْهَرِيِّ فِي جَنَازَةٍ، فَلَمَّا دُفِنَ الْمَيِّتُ جَلَسَ رَجُلٌ ضَرِيرٌ

يَقرَأُ عِندَ القَبرِ، فَقَالَ لَهُ أَحمَدُ: يَا هَذَا إِنَّ القِرَاءَةَ عِندَ القَبرِ بِدعَةٌ، فَلَمَّا خَرَجنَا مِنَ المَقَابِرِ قَالَ مُحَمَّدُ بنُ قُدَامَةَ لِأَحمَدَ بنِ حَنبَلٍ: يَا أَبَا عَبدِ اللَّهِ، مَا تَقُولُ فِي مُبَشِّرٍ الحَلَبِيِّ؟ قَالَ: ثِقَةٌ، قَالَ: كَتَبتُ عَنهُ شَيئًا؟ قُلتُ: نَعَم، قَالَ: فَأَخبَرَنِي مُبَشِّرٌ، عَن عَبدِ الرَّحمَنِ بنِ العَلَاءِ بنِ اللَّجلَاجِ، عَن أَبِيهِ أَنَّهُ أَوصَى إِذَا دُفِنَ أَن يُقرَأَ عِندَ رَأسِهِ بِفَاتِحَةِ البَقَرَةِ، وَخَاتِمَتِهَا، وَقَالَ: سَمِعتُ ابنَ عُمَرَ يُوصِي بِذَلِكَ، فَقَالَ أَحمَدُ: ارجِع فَقُل لِلرَّجُلِ يَقرَأُ....

''مجھے حسن بن احمد الوارق نے خبر دی، وہ کہتے ہیں، مجھے علی بن موسیٰ الحداد نے بیان کیا جو کہ صدوق ہیں، میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام محمد ابن قدامہ جوہری رحمہ اللہ کے ساتھ ایک نماز جنازہ میں موجود تھا۔ جب میت کو دفن کیا گیا تو ایک نابینا شخص قبر پر قرآن مجید پڑھنے کے لئے بیٹھا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے کہا: قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا بدعت ہے۔ راوی کہتے ہیں: جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! آپ مبشر حلبی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟، امام صاحب نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں۔ کہا: کیا میں اس سے روایت لے سکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: مجھے خبر دی مبشر حلبی نے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ان کے والد نے وصیت کی تھی کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میرے سرہانے سورۃ البقرۃ کا ابتدائی اور آخری حصہ تلاوت کرنا، کیونکہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ انہوں نے یہی وصیت فرمائی تھی تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا: فوراً پلٹ جاؤ اور اس (نابینا) شخص کو کہو کہ وہ قرآن پڑھے۔''

(الامر بالمعروف والنھی عن المنکر للخلال: 122؛ کتاب الروح لابن القیم الجوزیۃ ص: 17)

تبصرہ: اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ ❶ حسن بن الوارق کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

❷ علی بن موسیٰ الحداد کے حالات اور توثیق نہیں مل سکی۔ حسن بن احمد بن الوارق نامعلوم و مجہول کا اس کو صدوق کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ لہٰذا یہ قول بے ثبوت ہے۔ اہل حق بے دلیل بات پیش نہیں کرتے۔

ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ قبر پر تلاوت قرآن حکیم کرنے کے قائل نہیں تھے۔

الحاصل: دفن کے بعد قبر پر سورت بقرہ کی اول اور آخری آیات کی تلاوت بے ثبوت عمل ہے، شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں۔ ویسے بھی مطلق طور پر قبرستان میں قرآن کی تلاوت ممنوع ہے۔